

دہرا معیار

وردہ بخاری

وہ کبھی اس کی بات نہیں سمجھتا تھا یا وہ اس کو سمجھا نہیں پاتی تھی۔ روزمرہ کی کوئی بات ہو یا خاندان، رشتے داری کا معاملہ..... اس کی رائے..... مگر اس کی رائے بھی کہاں.....؟ اس نے دکھ سے سوچا۔ وہ ثانیہ جو پیدا ہوئی تو ہاتھوں ہاتھ لی گئی۔ تین بھائیوں کی اکلوتی اور لاڈلی بہن..... پر کیا کیجیے اس شادی کے بندھن کا جو عورت کی ساری اہمیت پل بھر میں صفر کر دیتا ہے۔ آفاق کے لیے زندگی صرف اسی کی رائے اسی کی مرضی کا نام تھا۔ ثانیہ اسے کہیں نظر نہیں آتی تھی کہ بھلا بیوی کا منطق سے کیا کام اکثر ہی وہ اس کے طنز و تضحیک کا نشانہ بنی رہتی۔

زندگی اپنی تمام تر خوب صورتی کے باوجود الجھتی چلی جا رہی تھی۔ بات کوئی اتنی بڑی نہیں تھی لیکن کبھی، کبھی چھوٹی، چھوٹی باتیں بھی بڑی بن جاتی ہیں۔

اس روز سلمیٰ پھوپھو کے گھر دعوت تھی جو آفاق نے



”تم بناتی بھی تو اچھی ہو۔“ اب کے کچھ مسکرا کر وہ گویا ہوئیں۔ وہ بھی فوراً ہی تیار ہو گئی۔ خیر دودھ کو ابھی، ابھی چڑھایا گیا تھا۔ دیر تو ہونی ہی تھی خیر تیار چار اس نے کھیر بنانی شروع کر دی، دوپہر سے شام ہو گئی۔ بلا مبالغہ چار سے بائچ گھنٹے تو اسے لگ ہی گئے تھے۔ ہاتھ الگ بڑی سی کفگیر ہلا، ہلا کر شل ہو چکا تھا۔

کھیر تیار کر کے وہ تھوڑی دیر کو اندر کمرے میں آ کر کمر سیدھی کرنے کو لیٹ گئی۔ جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ آنکھ کھلی تو نانا مانوس شور سے کچھ دیر سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس کی آنکھیں پٹ سے کھل گئیں۔ دروازے کی جھری سے باہر چہل پہل صاف دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن اسے اٹھانے کی زحمت کسی نے نہیں کی تھی۔ دل میں تھوڑا برا محسوس کرتے ہوئے جلدی سے ڈریسنگ روم میں کپڑے تبدیل کرنے چلی گئی۔

تیار ہو کر باہر آ کے وہ سب سے ملنے لگی۔ کم و بیش پورا خاندان ہی آیا ہوا تھا۔ باہر سے سلٹی پھو آتی دکھائی دیں۔ میک اپ وزیورات سے لدی پھندی وہ تقاخر سے گردن اکڑائے ہوئے تھیں۔ شاید پارلر سے ہو کر آئی تھیں۔ آئے دن پورے خاندان کو اکٹھا کر کے شیخی بھگارتا ان کی عادت تھی۔ اب بھی اس دعوت کا مقصد اپنا نیا نکور سونے کا سیٹ اور گھر کی نئی سیٹنگ دکھانا تھا۔ جو حال ہی میں ان کے شوہر نے دینی سے بھیجا تھا۔

وہ دادی کے پاس بیٹھی گپ شپ لگا رہی تھی۔ ساتھ میں بار، بار دروازے پر بھی نظر جارہی تھی کہ امی اور بچوں کا انتظار تھا۔ بچوں کے کپڑے وہ امی کو دے آئی تھی۔ باتوں، باتوں میں کھیر بنانے کا ذکر ہو گیا جب اس نے اپنی سارے دن کی محنت کا ذکر کیا تو سننے والیاں بھی متاثر ہونے لگیں۔ ابھی وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ سلٹی پھو اس کے سر پر پہنچ گئیں اور لگی اس کے لتے لینے کہ ذرا سی کھیر کیا بنا دی لوگوں میں بیٹھ کر جتانے لگی ہو۔ وہ گھبرا گئی اور لگی اپنی صفائیاں دینے..... پر سلٹی پھو کا پارہ نیچے آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ انہوں نے نہ صرف اس کی تنگ دستی کو نشانہ بنایا بلکہ اسے پھو ہڑ اور کام چور بھی ثابت کرنے کی

فورا قبول کر لی تھی۔ حالانکہ وہ ثانیہ کو کوئی خاص منہ نہیں لگاتی تھیں۔ وکتا بھی اچھا کرنے کی کوشش کیوں نہ کرتی نتیجہ کچھ خاص نہیں نکلتا۔ کیونکہ سب اس کے میاں کے مزاج کو جانتے تھے کہ آفاق میاں عورت کو زیادہ سر چڑھانے کے قائل نہ تھے۔ ان کے خیال میں عورت کا کام صرف گھر سنبھالنا تھا اور بچے پالنا ہے۔ کسی خاندانی تعلقات کے بارے میں رائے یا مشورہ دینے کا کوئی حق نہیں..... اب مسئلہ دعوت قبول کرنے کا نہیں تھا۔ اتنا تو ثانیہ بھی کہتی تھی کہ بڑوں کا بلاوا کبھی نظر انداز نہیں کرتے۔ لیکن جب آفاق نے اسے دعوت میں سلٹی پھو کی مدد کے خیال سے صبح سے اُن کے گھر چلے جانے کو کہا تو بلاشبہ اسے برا لگ گیا۔

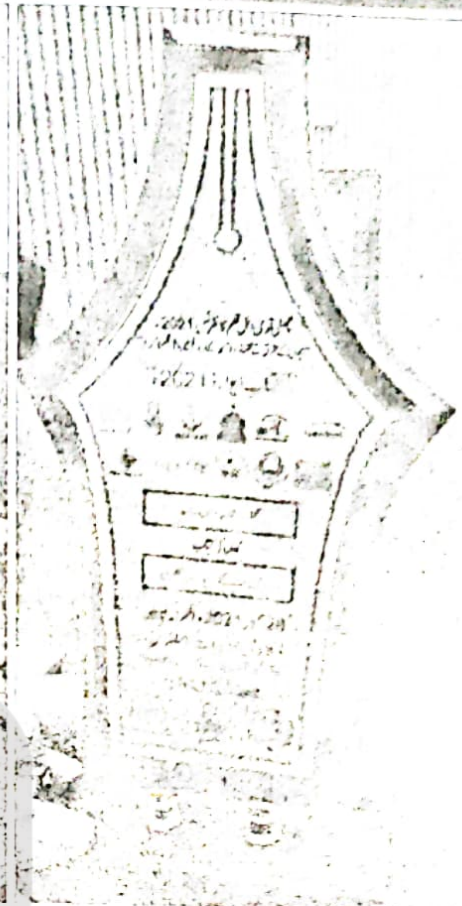
میاں کو کچھ سمجھانے کی کوشش بھی کی کہ وہ صبح سے وہاں جا کر کیا کرے گی جبکہ ان کے گھر تین، چار ملازما ہیں بھی تھیں۔ مگر وہ آفاق ہی کیا جو سمجھ جائے۔ یہ اچھا موقع تھا کہ وہ اپنی پوزیشن خاندان میں خود منوا سکتی تھی کیونکہ آفاق تو اسے خود اہمیت دیتا تھا نہ دوسروں پر جتا تھا۔

جن عورتوں کو ان کے مرد درخور اعتنا نہیں سمجھتے تو رشتے دار اور ملنے جلنے والے بھی اسے for granted ہی لیتے ہیں۔ کسی خوشی کے موقع پر گھر میں، خاندان میں کوئی صرف آفاق کو مبارک سلامت دے دیتا تو وہ ہی کافی تھا۔ وہ بیمار ہوتی یا بچے آفاق سے ہی پوچھ لیا جاتا۔ البتہ اگر انہی مصروف لوگوں میں سے کسی کو کچھ بری بھلی پیش آ جاتی تو ثانیہ کو اپنا ہر ضروری کام پس پشت ڈالنا پڑتا اور بہر حال جانا تو تھا۔ اس روز ثانیہ نے بچوں کو امی کی طرف چھوڑا اور ٹیکسی لے کر سلٹی پھو کے گھر کی طرف چل پڑی۔ ٹریفک جام کی وجہ سے آدھے گھنٹے کا سفر ایک گھنٹے میں طے ہوا۔

خیر سلٹی پھو اسے دیکھ کر تھوڑا حیران ہوئیں پھر اس پر احسان کرنے والے انداز میں بولیں۔ ”چلو اب تم آہی گئی ہو تو ملازموں کو دیکھ لو..... بلکہ چھوڑو ملازم اپنا کام جانتے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ کھیر تیار کر لو۔ میں نے چڑھا دی ہے۔“ وہ کچھ سوچ کر بولیں۔

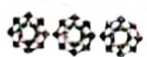
al Writers Conference 2021

Writers in the Protection of Children's Rights
and Development of



معروف رائٹر قاتنہ رابعہ چھٹی قومی اہل قلم کانفرنس میں بلجیڈ بشری رحمن سے ایوارڈ وصول کرتے ہوئے

نے پوری بحث میں ثانیہ کا نام تک نہیں لیا تھا کہ کوئی اسے جو رو کا غلام نہ سمجھ لے۔ وہ مسلسل اپنی بہن کا فیور کر رہا تھا اور سب لوگ اسے تقاضے سے دیکھ رہے تھے کہ وہ بہن کا کتنا خیال رکھنے والا بھائی ہے۔ دادی ہی آگے بڑھیں اور اس کا ہاتھ تھامنے کی کوشش کی پروہ بے دلی سے دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ ایسا کوئی پہلی بار نہیں ہوا تھا مگر آج تو حد ہی ہو گئی تھی۔ آج اس کی اپنی حیثیت بہت اچھی طرح واضح ہو چکی تھی۔ وہ بہت دل برداشتہ تھی۔ یہ معاشرہ کیا عورت کو صرف ماں، بہن کے روپ میں عزت دیتا ہے؟ مرد کے لیے عورت صرف ضرورت کا ساتھ ہوتی ہے۔ اس کی حیثیت خاندان میں خانہ پری سے زیادہ نہیں ہوتی..... گیٹ کی طرف بڑھتے اس نے اپنے بچوں کو دوڑ کر اپنی طرف آتے دیکھا اور بے اختیار بانہیں پھیلا دیں کہ شاید آنے والا وقت اس کا ہو۔



کوشش کی کہ آکر کب سے سو رہی ہے۔ وہ گھبرائی، گھبرائی نظروں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ بے اختیار اس کی نظریں اپنے شوہر آفاق سے جا ٹکرائیں۔ وہ تذبذب کے عالم میں کبھی اسے اور کبھی سلمیٰ چھو کو دیکھ رہا تھا۔ غالباً سوچ میں پڑ گیا تھا کہ کس کا ساتھ دے اور کس کی سنے..... اس لمحے سمیعہ (آفاق کی چھوٹی بہن) کھیر کا ڈونگا لیے ہال میں داخل ہوئی۔ شور میں ادھر ادھر دیکھتی جانے کیسے پاؤں رپٹ گیا اور کھیر کا پیالہ زمیں بوس ہو گیا۔ سلمیٰ چھو جو پہلے ہی آتش فشاں بنی ہوئی تھیں.... بے اختیار سمیعہ کی طرف مڑیں اور اسی رفتار کے ساتھ اب ان کا ہدف سمیعہ تھی۔ جسے کسی کام کا سلیقہ نہیں تھا۔ بت سے آفاق میں اچانک جان پڑ گئی تھی۔ وہ بے اختیار بہن کی طرف لپکا اور اسے بازو سے سہارا دیا اور لگا سلمیٰ چھو سے بحث کرنے کہ انہیں سمیعہ سے اس بری طرح سے پیش نہیں آنا چاہیے۔ وہ جان بوجھ کر تو نہیں گری۔ ثانیہ کی آنکھیں بے اختیار ڈبڈبا گئیں۔ آفاق